17

ہندوستان میں تغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی جائے

(فرمودہ 17 مئی 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"دنیا میں بہت سے انبیاء آئے ہیں ان میں سے بعض کے تھوڑے یا بہت حالات موجود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ایسے زمانہ میں آئے جبکہ حکومتیں اور بادشاہتیں نہیں تھیں اِس لئے قرآن کریم میں ان کے متعلق یہ ذکر تو نہیں آتا کہ اس زمانہ کے لوگوں نے ان کو تکلیفیں اور اذیتیں دیں۔ مگر یہ ذکر ضرور آتا ہے کہ ان کے خلاف دوسرے لوگوں کے دلوں میں غم و غصہ پیدا ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ اس وقت تک دشمنیاں اور بُغض نکالنے کا جبری طریق ایجاد نہیں ہوا تھا اس لئے لوگ ان کو کوئی ایذا نہ دے سکے۔ لوگ یہ تو چاہتے تھے کہ آدمؑ تباہ و برباد ہو جائے لوگ یہ تو چاہتے تھے کہ آدمؑ پر تباہی و بربادی نازل ہو مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کو کس طرح تباہ و برباد کریں۔ چونکہ وہ منظّم نہیں تھے اس لئے وہ جانتے نہیں تھے کہ اپنے غصہ کو کس طرح نکالیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو کس طرح برباد کریں۔ انہوں نے اپنے جوش نکالنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے صلح اور دھوکا دہی سے کام لیا اور اس مقام سے ان کو نکال دیا جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو قائم کیا تھا۔ گویا سوائے دھوکا دہی اور فریب دہی کے کوئی اَور ذریعہ اختیار نہ کر سکے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ ان میں کوئی منظّم

بادشاہت نہ تھی۔ اس لئے ان کا دماغ اس طرف جا ہی نہ سکتا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو قتل کر دیں یا پھانسی پر لٹکا دیں یا قید کر دیں۔ چونکہ یہ طریقے ان کو معلوم ہی نہ تھے اس لئے انہوں نے وہ طریقے اختیار کئے جو ماتحت یا برابر کے لوگ اختیار کیا کرتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کی حالت بہت کچھ بدل چکی تھی اور وہ اِس حد تک ترقی کر چکے تھے کہ ان میں قبائل بندی پیدا ہو چکی تھی اور وہ جتّھا بندی کر کے لٹھ بازی کر لیتے تھے اور تکلیفیں اور مصیبتیں دینے کی جرأت اور طاقت ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ مگر ابھی تک کوئی منظّم حکومت یا بادشاہت اُن کے اندر بھی موجود نہ تھی اور ان میں کوئی ایسا نظام نہ تھا کہ وہ لوگوں کو پھانسی یا قتل کی سزا دیں یا کسی کو قید کر دیں۔ اگر وہ کسی کو تکلیف دینا چاہتے تو لٹھ بازی اور پتھراؤ سے کام لیتے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ اُس وقت حکومتیں قائم ہو چکی تھیں اور جماعتیں منظّم ہو چکی تھیں۔ اگر کسی کو کسی شخص کے خلاف غصہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اسے حکومت کے ذریعہ سزا دلوانے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسا کہ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تُو ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے ہم تمہارے خلاف حکومت سے فریاد کریں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے حکومت کے پاس حضرت ابراہیمؑ کے خلاف شکایت کی اور حکومت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید میں ڈال دیا اور پھر فیصلہ ہوا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔ اس وقت قانون کا پنجہ اس قدر مضبوط ہو چکا تھا کہ وہ افراد کو سزا دینے سے ذرا بھی نہ جھجکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جیسے آجکل حکومت کے جج بالکل نڈر ہو کر پھانسی کا حکم سنا دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہمیں مارنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ بہرحال یہ سلسلہ ترقی کرتا گیا اور مخالفتیں بھی نئی نئی شکلیں اختیار کرتی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مخالفت کا زور اَور بھی بڑھ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو بہت دردناک تکلیفیں دی گئیں۔ حضرت دانیال علیہ السلام کو شیروں کے آگے ڈال دیا گیا اور بنی اسرائیل میں سے بعض کے سروں پر آرے رکھ کر اُن کو چیر دیا گیا۔ جیسا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ دشمنوں نے آپ کو صلیب پر لٹکا دیا اور آپ کے خلفاء اور صحابہ میں

سے بھی بعض کو قتل کیا اور بعض کو صلیب پر لٹکا دیا۔ پھر رسول کریم ﷺ کا زمانہ آیا اور مخالفت اپنے پورے زور کے ساتھ نمودار ہوئی۔ کئی صحابہ قتل کئے گئے۔ بعض کا مُثلہ کیا گیا، کئی ایک کو اس طرح شہید کیا گیا کہ دو اونٹوں سے ان کی ٹانگیں باندھ کر ان اونٹوں کو مختلف جہات میں دوڑایا گیا اور اس طرح چِیر کر اُن کو دو ٹکڑے کر دیا گیا، عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار کر ان کو مار دیا گیا، بعض صحابہؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، بعض کو سخت پتھروں والی زمین پر گھسیٹا گیا، بعض کے سینوں پر جُوتوں سمیت ناچا گیا۔ غرض وہ تمام قسم کی مصیبتیں اور اذیتیں جو مختلف انبیاء کے زمانے میں ان کے دشمنوں نے ان کو دیں وہ سب رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جمع ہو گئیں۔ پس زمانہ کے بدلنے کے ساتھ تکالیف کا رنگ بھی بدلتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے زمانہ میں چونکہ غیر حکومت تھی اور وہ ظالم کے ہاتھ کو بہت حد تک روکتی تھی اس لئے لوگ براہِ راست ہم پر مظالم نہیں کر سکے۔ لیکن جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں نے حکومت کے ذریعہ ان پر اور ان کے صحابہ پر مظالم کئے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں نے آپ کو حکومت کے ذریعہ دکھ دینے کی کوشش کی۔ جلسوں میں آپ کے خلاف شور مچایا گیا، آپ کے خلاف قتل کی سازشوں کا الزام لگایا گیا، آپ پر قتل کے جھوٹے مقدمات کئے گئے، حکومت کو آپ سے بدظن کرنے کی کوششیں کی گئیں کہ یہ شخص ملک میں فساد ڈلوانے کی نیت رکھتا ہے اور ملک کے امن کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ غرض بہت سی جھوٹی رپورٹیں کر کے حکومت کے ذریعے آپ کو تکالیف میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ اور ہندوستان سے باہر جہاں انگریزوں کی حکومت نہ تھی ہمارے کئی آدمی قتل کئے گئے اور نہایت بے دردی سے سنگسار کئے گئے۔ ہندوستان میں ہماری جماعت کی حالت پہلے نبیوں کی جماعتوں سے مختلف ہے۔ اگر ہماری جماعت کو ان مصائب کا سامنا نہیں کرنا پڑا جن مصائب کا پہلے انبیاء کی جماعتوں کو سامنا کرنا پڑا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمارے مخالفین کو ہمارے خلاف غصہ کم تھا بلکہ اس لئے کہ ان میں طاقت نہیں تھی کہ وہ ہم پر براہِ راست مظالم کر سکتے کیونکہ ایک اجنبی حکومت ہمارے ملک پر حکمران تھی۔ اس لئے وہ اپنے غصہ کا اس رنگ میں اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اسی زمانہ میں ہندوستان کے پہلو میں افغانستان نے متواتر ہمارے کئی آدمیوں کو مارا۔

مصر میں ہمارے ایک احمدی کے گھر کو اس کے دشمنوں نے آگ لگا دی اور اسے قسم قسم کے دکھ دیئے۔ اور اسی زمانہ میں دوسرے ممالک میں ہمارے مبلغین پر کئی قسم کے مظالم توڑے گئے۔ روس میں ہمارے مبلغین کو مارا پیٹا گیا اور انہیں زنجیروں سے قید کر کے کئی قسم کے مظالم کا نشانہ بنایا گیا لیکن باوجود اس کے ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ بڑھتی چلی گئی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مخالفت نے ہمارے قدم کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہو۔

آج ہماری جماعت کو قائم ہوئے ستاون سال گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں ہماری جماعت روز بروز زیادہ ترقی کرتی چلی گئی۔ احرار کے فتنہ کے موقع پر مخالفین کی طرف سے انتہائی زور لگایا گیا کہ ہماری جماعت کو نیست و نابود کیا جائے اور گورنمنٹ کے افسروں نے بھی ان کی مدد کی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہمیں نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد مصری کا فتنہ کھڑا ہوا۔ گورنمنٹ کے افسروں نے اس کی مدد کی اور مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی۔ چونکہ حکومت کے افسر بھی آخر انسان ہوتے ہیں اِس لئے دوسروں کے ورغلانے میں آ جاتے ہیں لیکن یہ تمام حوادث ہمارے قدم میں ذرا بھی لغزش پیدا نہ کر سکے بلکہ ہمارا قدم ہمیشہ ترقی کی طرف ہی اٹھتا رہا۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حالات بدلنے والے ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں آئندہ بہت سے تغیرات کا احتمال ہے کیونکہ انگریزوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ ہندوستان سے چلے جائیں گے۔ اب ہمارے اپنے ملک کی حکومت ہم پر حکمران ہو گی۔ اس لئے ممکن ہے کہ ہمارے لئے تکلیفوں کے نئے دروازے کھل جائیں کیونکہ غیر حکومت کو ہم سے کوئی رقابت اور بُغض نہ تھا لیکن اپنی حکومت میں ایک ایسا عنصر موجود ہے جسے ہم سے رقابت اور دشمنی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اس سے قبل جب کبھی بھی ہمارے خلاف فساد یا کسی قسم کی ناپسندیدہ حرکات کچھ لوگوں نے کیں اور ہم نے ان کے لیڈروں کو توجہ دلائی تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مقامی مخالفتوں میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں کانگرس کے ایک لیڈر کے سامنے ہم نے یہ بات پیش کی کہ ہم نے براہِ راست کبھی بھی کانگرس سے ٹکر نہیں لی لیکن کانگرسی افراد نے ہمیشہ ہمارے خلاف دوسرے فریق کی امداد کی ہے۔ چنانچہ احرار کے مقابلہ میں کانگرس نے ہمارے خلاف احرار کی مدد کی اور

کانگرسی افسر اور کانگرسی وکلاء اور کانگرسی سرمایہ ان کی مدد کرتا رہا۔ جب یہ بات پیش کی گئی تو اس لیڈر نے جواب دیا کہ مقامی جھگڑوں میں ایسی باتیں ہو ہی جایا کرتی ہیں حالانکہ مقامی بات ہو یا مرکزی، دیانت اور انصاف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ معاملہ کی اچھی طرح غور سے چھان بین کی جائے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں نے ظلم کیا ہے تو اس کے فعل پر نفرت کا اظہار کیا جائے کہ اس نے نہایت خیانت کا کام کیا ہے لیکن بجائے اس کے کہ کانگرسیوں کے فعل پر نفرت کا اظہار کیا جاتا کہہ دیا گیا کہ مقامی اختلافوں کے نتیجہ میں ایسا ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک انصاف اور تقویٰ اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔

اصل چیز جوشوں کا اظہار ہے خواہ کسی رنگ میں کیا جائے۔ ممکن ہے کہ ہمیں اپنی حکومت سے آرام بھی ملے لیکن فِی الْحال زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ ہم ان کے ذریعہ مصائب کا نشانہ بن جائیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اور ان تغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر بعض لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ خود ہی معاہدہ کرتے ہیں کہ ہم دوسروں سے سَودا نہیں خریدیں گے، خود ہی اس پر دستخط کرتے ہیں۔ لیکن جب ایک پیسے کا فرق دیکھتے ہیں تو دوسروں کے پاس چلے جاتے ہیں اور اُن سے سودا خرید لیتے ہیں۔ جب تک یہ حالت ہے جماعتی نظام کس طرح چل سکتا ہے۔ جو شخص ایک پیسہ یا دو پیسے یا آنہ یا دو آنے کی قربانی نہیں کر سکتا ہم اس سے کس طرح امید کر سکتے ہیں کہ ضرورت کے وقت وہ اپنے بیوی بچوں کی قربانی پیش کر دے گا۔ ایسے لوگوں کی مثال اس مولوی جیسی ہے جس نے کہا تھا کہ انہوں نے چڑیا جتنا سفید روپیہ میرے سامنے نکال کر رکھ دیا تو مَیں کیا کرتا۔ کل اگر کچھ ہندو محلہ دارالرحمت پر حملہ کر دیں اور احمدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو ایسے کمزور لوگ کہہ دیں گے کہ ہم کیا کرتے۔ ہمیں تو ہندوؤں نے ساٹھ ساٹھ روپے دے دیئے تھے۔ ایسے لوگ جماعتی نظام کے لئے سخت نقصان دِہ چیز ہیں۔ انسان کی اصل حقیقت اور اس کے اخلاص کا پتہ تو قربانی سے چلتا ہے۔ ایک روپے یا دو روپے یا دس روپے یا بیس روپے کا تو سوال ہی نہیں۔ اگر انسان کا ایمان

مضبوط ہو تو وہ جان کی بھی پروا نہیں کرتا۔ جس دن یہ روح جماعت میں پیدا ہو جائے گی اس دن جماعت تمام خطرات اور ہلاکتوں میں سے صحیح سالم بچ کر نکل جائے گی۔ لیکن جب تک یہ روح پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک خطرہ لاحق رہے گا۔ پس مَیں ایک دفعہ پھر جماعت کو اس خطبہ کے ذریعہ ہوشیار کرنا چاہتا ہوں تا کمزور لوگ اپنی اصلاح کریں اور بچ جائیں۔ منافقوں نے تو گرنا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ابتلا اسی لئے لاتا ہے تاکہ کمزوروں اور منافقوں کا بھانڈا پھوڑ دے اور کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کر دے۔ لیکن ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان کو بھی وعظ و نصیحت کرتے رہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء جب وعظ و نصیحت کرتے ہیں تو کئی کمزور اور منافق لوگ اپنی کمزوری اور نفاق کو دور کر دیتے ہیں۔ پس اب جبکہ ابتلاؤں اور امتحانوں کے دن قریب آرہے ہیں جماعت کو پوری توجہ سے احمدیت کی تعلیم پر کاربند ہونا چاہئے اور جماعتی نظام کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔ شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے احمدیت کے جامہ کو پھاڑ دے، تمہیں امتحان میں ناکام کر دے اور تمہیں ایمان سے محروم کر دے۔ آج جو لوگ روپے پیسے سے منہ پھیرتے ہوئے احمدیت کے لئے قربانی کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو بھوکا نہیں رکھے گا بلکہ دنیا کی تمام دولت ان کے ہاتھوں میں دے دے گا لیکن امتحان ضروری ہے۔ اگر کچھ لوگوں کے دلوں میں کمزوری یا منافقت پائی جاتی ہے تو ان کی وجہ سے ہماری فتح رُک نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا آسمان پر فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ ہم کو ضرور فتح دے گا اور جو لوگ بوجہ کمزوری یا منافقت، احمدیت کو کمزور کرنا چاہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اسی طرح باہر نکال کر پھینک دے گا جس طرح کُتّے کی لاش شہر سے نکال کر باہر پھینک دی جاتی ہے۔ ہمیں ان لوگوں سے ہمدردی ہے اس وقت تک جب تک ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا علاج ہو سکتا ہے اور یہ لوگ تقویٰ حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے ایمان اور انجام کو درست کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں علم ہو جائے کہ اُن کا مرض اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے شقاوت مقدر ہو چکی ہے تو پھر ہمیں ایسے لوگوں کی موت یا ہلاکت کا کوئی رنج نہیں ہوگا بلکہ ہم سمجھیں گے کہ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن تھے سو دوزخ میں چلے گئے۔ ہمیں ایسے لوگوں سے اسی وقت تک ہمدردی ہے جب تک ہم ان کے متعلق اصلاح کی امید رکھتے ہیں لیکن جب وہ خود

ہی اپنے آپ پر ایمان کے دروازے بند کر لیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی شقاوت ظاہر کر دے تو پھر ہمارا ایسے لوگوں سے ہمدردی کرنا جرم ہو گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فسق و فجور کرنے والوں کو لوگوں کے سامنے کوڑے لگائے جائیں اور تمہارے دلوں میں ان کے لئے رحم پیدا نہ ہو۔1 اس وقت رحم کے پیدا ہونے کو اللہ تعالیٰ نے جرم قرار دیا ہے۔ پس ان کمزور اور منافق لوگوں کی وجہ سے ہماری فتح رک نہیں سکتی۔ البتہ وہ اپنا انجام ضرور خراب کر لیں گے۔ احمدیت کو قائم ہوئے ستاون سال ہو چکے ہیں۔ اس ستاون سال کے عرصہ میں دنیا نے احمدیت کو تباہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت موجود ہے کہ مخالفین اپنے اس عمل میں ہمیشہ ناکام رہے اور یہ درخت زیادہ سے زیادہ پھیلتا چلا گیا۔ اس ستاون سال کے تجربہ کے بعد ہم بڑے بے ایمان ہوں گے اگر ہمارے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اگر مصائب اور ابتلا آئے تو جماعت کا کیا بنے گا۔ ہمارے پیش نظر یہ سوال نہیں کہ جماعت کو فتح حاصل ہو گی یا نہیں؟ کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ احمدیت کو فتح ہو گی اور شکست کا تو خیال بھی ہمارے دلوں میں نہیں آ سکتا۔ ہمیں اگر خیال ہے تو اس بات کا کہ زیادہ سے زیادہ آدمی احمدیت قبول کریں، احمدیت کی تبلیغ روز بروز وسیع ہوتی جائے اور ہمارے وہ بھائی جو عملی طور پر کمزور ہیں اور حقیقی احمدی نہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ ٹھوکر سے بچائے کیونکہ اگر عملاً نہیں تو کم از کم دنیا کے سامنے تو وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ جب وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو ہمیں ان کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ایمانوں کا امتحان اور جائزہ لیتے رہیں کہ آیا آنے والے خطرات میں ان کا نفس اپنے مقام پر قائم رہنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے اندر کمزوری دیکھے تو اپنی اصلاح کرے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے خدا! میرے گناہ اور خطائیں معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری کمزوریاں دور کر دے گا اور تمہیں حقیقی ایمان بخشے گا۔ اور اگر تم دیکھتے ہو کہ تمہارا ایمان مضبوط ہے اور کبھی کمزور نہیں ہوا، روپے کے لالچ اور دنیوی تعلقات سے کبھی متزلزل نہیں ہوا اور تم جماعتی اور قومی نظام کے پوری طرح پابند ہو تو تمہیں پھر بھی اپنے

ایمان کی زیادتی اور مضبوطی کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں جتنی بھی مل جائیں تھوڑی ہوتی ہیں۔" (الفضل 22 مئی 1946ء)

1: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ (النور:3)